# مومنوں کو چاہئے کہ لغو مذاق کی مجالس کو بھی پسند نہ کریں
# خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 اپریل 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۱﴾ (النساء:141)

پھر فرمایا:

اسی مضمون کی دوسری آیت بھی ہے جو سورۃ الانعام سے لی گئی ہے وہ بھی میں اسی تعلق میں پڑھ کے سناتا ہوں۔

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۷۰﴾ (الانعام:69،70)

ان آیات کا جو سادہ ترجمہ ہے اُس ترجمہ سے مجھے اختلاف ہے جس کا پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں اور اس اختلاف کی بناء کیا ہے؟ لغت عربی کے لحاظ سے جو قرآن کریم کے علماء نے بیان کی ہے اور

بہت سی احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات جو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں گا ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عام مروّجہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ مروّجہ ترجمہ یہ ہے: (اس کا وہ حصّہ جو میرے نزدیک درست نہیں ہے میں آپ کو بعد میں سمجھاؤں گا۔)

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ، الکتاب یعنی قرآن کریم میں بہت تاکید کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے۔ وَ قَدْ نَزَّلَ بہت تاکید کے ساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے۔ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار سنو یعنی بعض گروہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا اور ان آیات سے تمسخر کرتے ہیں، ان سے تمسخر کیا جاتا ہے بعض لوگوں کی طرف سے۔ فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ تو ہرگز ان کے ساتھ نہیں بیٹھنا۔ اب اگلا حصّہ ہے جو اختلافی معنی رکھ رہا ہے۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں محو ہو جائیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی گروہ ہے اس میں صاف واضح ہے کہ ایک گروہ ہے جو انتہائی بدبخت ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جس میں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور برگزیدہ بندے بھی شامل ہیں اُن پر مذاق اڑانا انہوں نے پیشہ بنا رکھا ہے۔ ایسے لوگ جو ہیں کیا کوئی پسند کرے گا کہ بار بار جا کے دیکھے۔ اُس مجلس میں جانے کی ضرورت کیا ہے جہاں سے ایک دفعہ اپنا دل اور سب کچھ اٹھا لیا۔ کیا کوئی انسان تصور کرسکتا ہے کہ ان بدبختوں کی مجلس میں بار بار جا کے دیکھے کہ اب کچھ اور بات تو نہیں کررہے؟ اگر اور بات کررہے ہیں تو وہاں بیٹھ جائیں۔ یہ جو منظر ہے یہ اس آیت کے عام سادہ ترجمہ سے ابھرتا ہے کیونکہ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ میں حَتّٰى کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ یہاں تک کہ وہ دوسری بات شروع کردیں تو جب بیٹھ کے آدمی اٹھ ہی جائے گا تو اس کو کیا پتا چلے گا۔

میں جو مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں وہاں حَتّٰى کا معنی Even کے معنوں میں ہے خواہ ایسے بدبخت لوگ دوسری باتیں بھی کریں تب بھی ہرگز ان کی مجلس میں نہیں جانا۔ اگر ایسا کرو گے تو تم ان جیسے ہو جاؤ گے۔ اس معنی کو عموماً اس لئے اختیار نہیں کیا جاتا کہ یہ معنی شاذ کے طور پر حَتّٰى میں استعمال ہوتا ہے اور اہل لغت جیسے حضرت امام راغبؒ ہیں، انہوں نے بڑی وضاحت سے اس کا محاورہ اہل عرب کے بیان کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں حَتّٰى کی مثال:

"أَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتَّى رَأْسَهَا۔"

(المفردات فی غریب القرآن، کتاب الحاء، زیر لفظ حتی)

میں نے مچھلی کھالی یہاں تک کہ سر بھی کھالیا "Even her Head" یہ معنی ہیں۔ یہاں تک کہ مچھلی پوری کھائی، یہاں تک کہ سر بھی نہیں چھوڑا۔ پس اگر یہ لوگ دوسری بات میں بھی مبتلا ہو جائیں، گفتگو میں مصروف ہو جائیں تب بھی ان کے قریب نہیں جانا کیونکہ یہ بدبختوں کا گروہ ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایسے گروہ میں جا کے بیٹھے اور موقعوں کی تلاش میں رہے کہ کب یہ کوئی اور بات کریں اور مجھے وہاں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص جو دین کی غیرت رکھتا ہو اس گروہ کی طرف جانے کا تصور بھی کرے۔

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ یہ ہے آخر پر انذار کہ ان کی مجلس میں خواہ تم عام حالات میں جاؤ خواہ تم دوسری باتوں میں جاؤ جب بھی جاؤ گے اگر یہاں جا کے بیٹھنا تم نے شیوہ بنایا تو اُن جیسے ہو جاؤ گے، پھر تم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اور یہاں بہت دلچسپ اس آیت کا اختتام ہے کہ وہ لوگ جو منافقت کرتے ہیں اور بظاہر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم گئے تھے تو ایسی باتیں نہیں کر رہے تھے وہ بھی اور کافر جو کھلی کھلی بے حیائی کی باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ایسے لوگ جو کھلم کھلا خدا کے دین کا تمسخر اڑاتے ہیں وہ کافر ہیں اور ایسے لوگ جو ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو بظاہر دین داروں میں شمار کرتے ہیں، دین والے لوگوں میں شمار کرتے ہیں فرمایا سارے اکٹھے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

دوسری آیت میں بھی یہی مضمون ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ اور جب تو دیکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو ہماری آیات کے متعلق بے ہودہ کلام کرتے ہیں تو فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ صاف مطلب ہے کہ ان کے پاس جا کے بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ان سے منہ پھیر لے، ان سے پیٹھ پھیر لے، ان کی مجلس میں جا بھی نہ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ کوئی کلام بھی کریں تب بھی ان کی مجلس میں نہیں جانا۔ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اگر بھول کے ایک دفعہ ایسا واقعہ ہو چکا ہو، شیطان نے تمہیں ان کی مجلس میں پہنچایا ہو وہاں ایسی بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو وہ ایک ہی دفعہ ہو گا اس کے بعد پھر اس کا اعادہ نہ ہو۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - یہ ذِکْرٰی جو آ چکی ہے، یہ نصیحت اس کے بعد پھر کبھی آئندہ ان لوگوں کے پاس نہیں جانا۔ اگر ایک دفعہ بھی حادثةً ، لاعلمی میں تم چلے گئے اور وہاں یہ بیہودہ باتیں ہو رہی تھیں، تو اٹھ کھڑے ہو اور یہ پہلا واقعہ شیطان کے بھلانے کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ تمہارے علم کا نہ ہونا گویا شیطان کی طرف منسوب ہوا ہے لیکن جب یہ کھلی کھلی نصیحت آ جائے پھر کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہرگز ان کے قریب نہیں آنا خواہ وہ کوئی دوسری باتیں ہی کر رہے ہوں۔ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ، ان کا حساب اللہ پر ہے۔ متقیوں کو اُن پر چھوڑ دینا چاہئے اور اپنے حساب کی فکر کرنی چاہئے۔ پھر فرمایا: وَ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یہ نصیحت ہے، بہت بڑی نصیحت ہے تا کہ لوگ تقویٰ اختیار کریں ورنہ آہستہ آہستہ اچھے لوگ بھی جب بے غیرتی کا نمونہ دکھائیں تو رفتہ رفتہ گندے لوگ بن جایا کرتے ہیں کبھی بھی ایک مقام پر پھر نہیں ٹھہرتے۔ ایک دو دفعہ باتیں سنیں، مذاق سنے، برداشت کر لیا کبھی ہنسی بھی آ گئی اور پھر چسکا پڑ گیا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ لوگ پھر ان میں شامل نہ ہو جائیں۔

اب پہلا مسئلہ تو یہی ہے غیرت اور حمیت کا فقدان ہے۔ تو جو شخص گوارا کرتا ہے ایسے لوگوں کو کہ جو بے حیائی کی باتوں کا اڈہ بنائے ہوئے ہیں اُن میں جانے میں اس کی کوئی حمیت، کوئی غیرت مانع نہیں ہوتی تو لازماً فطرتاً یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اُن کے دل میں کوئی چور ہے، کوئی بے حیائی کا مرکز ہے، کوئی بے غیرتی کا مرکز ہے ورنہ ناممکن ہے کہ وہاں جا کے چسکے لیں جہاں پھبتیاں اُڑائی جا رہی ہوں خدا اور خدا کے پیاروں پر، وہاں جا کے بیٹھنے کا سوال کیسے اٹھ سکتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے نفس میں، اپنے دل میں بے حیائی اور بے غیرتی کا کوئی مرکز موجود ہے۔ اسے تم بظاہر چھپا رہے ہو لیکن جاتے ہو تو اسی مقصد کے لئے جاتے ہو کہ ایسی باتیں سنو لیکن ایسے لوگوں کے لئے ایک کسوٹی ہے وہ اسے استعمال کر لیں تو ان کو بے غیرتی اور بے حیائی کا صاف علم ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص کے ماں باپ کے خلاف کوئی بے حیائی اور بدکلامی کی باتیں کرتا ہے اور منہ پھٹ ہے، بکواس کرتا ہے اس کی ماں یا اس کے باپ پر، کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ وہ بار بار وہاں جائے اور دیکھے کہ اب کوئی اور باتیں تو نہیں کر رہا۔ میرے ماں باپ کے خلاف تو بکواس کرتا ہی ہے مگر شاید اب نہ کر رہا ہو۔ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ سارے منافقین اس حوالے سے اپنے آپ کو پہچان سکتے ہیں۔

اپنے ماں باپ کے لئے تو یہ غیرت اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کے لئے وہ غیرت؟ یہ منافقت ہے اس لئے کسی شخص سے یہ بات ڈھکی چھپی رہ نہیں سکتی۔ضرور وہ اپنے نفس کو پہچان سکتا ہے اگر اسی صورت کو اپنے ماں باپ کے معاملہ پر چسپاں کر کے دیکھے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ تو بہت دور کی بات ہے مومنوں کو تو چاہئے کہ لغو مذاق کی مجلس کو بھی پسند نہ کریں خواہ وہ خدا اور رسول کے خلاف نہ بھی ہو۔ اللہ کے سادہ پاک بندوں کے متعلق ہو ان کے اندر کوئی کمزوریاں ہوں اور کوئی شخص اپنی بڑائی کی خاطر ان کی کمزوریاں دکھا دکھا کر اس پر لطیفہ گھڑ رہا ہو۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ بظاہر دین کے خلاف نہیں کہتے مگر میرے دل میں تو ان کے خلاف ایسی ہی منافرت پیدا ہوتی ہے کہ سوائے اس کے کہ مجبوراً اُن کو سلام علیک کہنا پڑے وہ ہماری مجلس میں آ جاتے ہیں تو اُن کو نکالا نہیں جا سکتا مگر میں کبھی ان لوگوں کی مجلس میں جا کے نہ بیٹھوں ۔ پس جا کے بیٹھنے والا مقصد جہاں تک ہے وہ تو ان کی مجلس کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔کئی دفعہ میں نے اپنے بچوں کو نصیحت کی ہے کہ ایسے آنے والے اگر تمہارے گھر جا کے ایسا اڈہ لگائیں تو تمہاری غیرت کا تقاضا ہے یا شرافت کا، حیاء کا تقاضا ہے کہ کہہ دو کہ ہمارے گھر ایسی باتیں نہ کریں۔ اگر چہ ہم آپ کے ہاں نہیں گئے اس حد تک تو ہم نے اپنی ذمہ داری ادا کی مگر آپ یہاں ایسی باتیں نہ کریں ہمیں پسند نہیں ہیں۔ پھر ملنا جلنا بے شک رکھیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ملنا جلنا ممکن ہے مگر بعض شرائط کے ساتھ۔ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ میں یہ مضمون پھر ہوگا کہ سوائے اس کے کہ اور باتیں شروع کر دیں۔

اب میں اس تعلق میں آنحضرت ﷺ کے بعض ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو خود اپنا مضمون کھول رہے ہیں، بالکل ظاہر و باہر ہیں۔مشکوۃ المصابیح میں کتاب الآداب میں ایک حدیث درج ہے جو ابی موسی سے ہے۔ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”نیک اور برے ہم نشین کی مثال کستوری رکھنے والے اور دھونکنی چلانے والے کی ہے۔
کستوری رکھنے والا یا تو تجھے کچھ دے گا یا تُو اس سے کچھ خریدے گا۔“

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب،باب الحب فی اللہ ومن اللہ ،حدیث نمبر:5010)

اب یا تو تجھے کچھ دے گا یا اس سے تو خریدے گا۔ یہ ایسی مزہ دار بات ہے کہ اُس زمانہ کی تجارت میں بھی یہ اطلاق پاتی تھی اور آج کل بھی پاتی ہے۔ بہت سی خوشبوؤں کی دکانیں ہیں جہاں ہم جاتے ہیں

تو کوئی کھڑا ہوا وہاں تھوڑی سی خوشبو آپ کے اوپر پھیلا دیتا ہے۔ وہ خوشبو جو آپ کے اوپر ڈالتا ہے یہ بتانے کی خاطر کہ ہمارے پاس ایسی اچھی خوشبوئیں ہیں۔ پسند ہو تو یہ لے لو۔ تو یہ عجیب بات ہے یہ انسانی فطرت ہے جو نہیں بدلتی۔ خوشبو والا پھیلاتا ہے بدبو والا نہیں پھیلاتا۔ بدبو والا تو اس کو چھپاتا ہے۔ اگر وہ نیک فطرت ہے وہ پسند نہیں کرتا کہ اس سے بدبو آرہی ہو تو کوئی اس کے قریب آ جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی پیاری بات کہی ہے جو ہمیشہ سے انسانی فطرت سے تعلق رکھنے والی ہے۔ کستوری رکھنے والا یا تو تجھے کچھ دے گا یا تو اس سے کچھ خرید ے گا۔ کوئی بہت ہی کنجوس ہو تو کچھ بھی نہیں دیتا مگر اس سے لوگ خریدتے تو ہیں نا۔ یا پھر کم از کم تجھے عمدہ خوشبو تو آئے گی ہی۔ یہ تو ہو گا کہ تمہیں کچھ دیر کے لئے خوشبو کا مزہ آ جائے اور ہو سکتا ہے کپڑوں میں بھی رچ بس جائے لیکن دھونکنی چلانے والا یا تیرے کپڑے جلائے گا جو آگ کو تیز کر رہا ہو دھونکنی چلا کے، یا وہ تیرے کپڑوں کو جلائے گا یا پھر تو اس سے بدبو ہی پائے گا کیونکہ دھواں پھیل رہا ہے، منہ گندہ ہو رہا ہے، جسم کالا ہو رہا ہے اور اس کی بدبو بھی اٹھتی ہے بڑی سخت۔ تو فرمایا ایسے لوگوں سے پرہیز کر۔ جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ گندے لوگ ہیں ان کے پاس جا کر تجھے کبھی کوئی فائدہ نصیب نہیں ہو سکتا لیکن جو نیک لوگ ہیں ان کے پاس جاؤ تو تمہیں ضرور فائدہ پہنچے گا۔ اس حدیث کی روشنی میں اس آیت کا وہ ترجمہ جو معروف ہے وہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ قطعیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ برے لوگوں کی صحبت کا تصور بھی نہ کرو، جاؤ ہی نہ وہاں تمہیں ضرور نقصان پہنچے گا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں یہ ترمذی باب الزھد سے لی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ’’آدمی اپنے دوست کے زیر اثر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک خیال رکھے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔‘‘

(جامع الترمذی، أبواب الزھد، باب الرجل علی دین خلیلہ.. حدیث نمبر: 2378)

کتنی سادہ سی بات اور کتنی اہم ہے ایک انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر اس کا بے ہودہ لوگوں کی مجلس میں آنا جانا ہے تو خواہ لاکھ بہانہ بنائے کہ میرے ہوتے ہوئے اس نے ایسی بات نہیں کی کیونکہ یہ نفس کا بہانہ ہے ایسے شخص کی مجلس کسی کو پسند ہی نہیں آنی چاہئے اگر وہ جاتا ہے تو عذر تراشی ہے

اس کی۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سچی ہے کہ تم جب دوست بناؤ تو غور کر کے دیکھو اچھا دوست بناؤ جس کے متعلق کبھی بھی بدی کی کوئی شکایت نہ ہو۔ اچھے لوگ عرف عام میں پہچانے جاتے ہیں۔ جو اچھا انسان ہو اچھے لوگوں کی مجلس پسند کرتا ہے، جو برا اور یاوہ گو ہو وہ برے اور یاوہ گو لوگوں کی مجلس کو پسند کرتا ہے۔ تو اس طرح اپنی مجالس کا انتخاب کریں۔ اگر آپ پاک لوگوں کی مجلس میں بیٹھیں گے اچھے لوگوں کی باتیں پسند آئیں گی تو آپ کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں آپ کو اپنا قرب عطا کرے گا اور آپ کی جو سلوک کی راہیں ہیں وہ آسان فرما دے گا اور اگر اس کے برعکس نمونہ دکھانا ہے تو پھر جو لوگ دکھا چکے ہیں ان کو تو ہم نے مزید نحوستوں کا شکار ہی ہوتے دیکھا ہے۔ شروع میں ان کی منافقت نے پردے ڈالے رکھے آخر ان کے چہرے بے نقاب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ پھر کبھی بھی ان کو چھوڑتا نہیں۔ اس لئے ایک نصیحت ہے جن لوگوں پر بھی اطلاق پاتی ہے ان کو سوچنا اور سمجھنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق بے ہودہ سرائی اور بکواس کرنے والوں کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ردّعمل کیا تھا۔ یہ آپؑ کے الفاظ میں آپ کو سناتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ یہ عربی سے ترجمہ ہے۔

”عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دُکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے (یعنی دل کو دکھانے والے طعن و تشنیع نے) جو وہ حضرت خیر البشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری

باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ: 15/ سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے، صفحہ: 35، 36)

یہ بظاہر ایک مبالغہ لگ رہا ہے لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہ دو باتیں پیش ہوتیں کہ یا یہ سب کچھ ہو جائے گا یا تم یہ پسند کرو گے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی بکواس کی جائے۔ اس تقابل کی صورت میں لازماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی ردّعمل ہونا تھا۔ اس لئے کوئی احمق اس کو مبالغہ نہ سمجھے۔ اگر کسی کو کہا جائے یہ سب کچھ کر دیا جائے گا اب رسول اللہ ﷺ کے خلاف گستاخی کو قبول کر و وہ کہے گا ہرگز نہیں کروں گا۔ جتنے شہداء ہیں ان کی شہادت کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابیؓ جو قید کیا گیا اس کی گردن اڑانے سے پہلے اس سے یہی سوال کیا گیا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری گردن چھوڑ دی جائے اور تمہاری جگہ محمد رسول اللہ ﷺ کو کوئی گزند پہنچے۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ میری گردن چھوڑ دی جائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی گلیوں میں کوئی کانٹا بھی چُبھ جائے۔

(السیرۃ الحلبیۃ، الجزء الثالث، باب سرایاہ ﷺ و بعوثہ، صفحہ: 239)

کتنا عظیم الشان عشق ہے، کیسی دل کی صفائی اور پاکیزگی ہے۔ یہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں۔ اگر وہ صحابیؓ حضور اکرم ﷺ سے یہ عشق رکھتا تھا تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو عشق کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ان کا تصور کریں کہ ان کے دل کا کیا حال ہوگا۔

پس ہرگز اس تحریر میں ایک ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کے سنائی ہے۔ یہ مقام عشق اپنی جگہ، یہ غیرت اپنی جگہ لیکن اس کے باوجود جب اپنی ذات کے خلاف لوگ باتیں کرتے تھے ان کو برداشت کرتے تھے ان میں بڑا حلم دکھاتے تھے۔ کئی لوگ وہاں آ کر سامنے کھلم کھلا گالیاں دیتے تھے مگر اپنے صحابہؓ کو روک دیا کرتے تھے کچھ نہیں کہنا۔ اور جہاں بھی جوابی کارروائی کی ہے وہاں آپ حیران ہونگے یہ دیکھ کر کہ اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جب بھی کسی لکھنے والے نے بدتمیزی کی ہے تو اس کے جواب میں آپؑ کی سختی ہے۔ اس کے سوا کہیں کوئی سختی نظر نہیں آتی۔ ایک واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے، سیرت طیبہ کے نام سے، اس میں ایک اسی قسم کا واقعہ لکھتے ہیں جو بڑا دلچسپ ہے۔فرماتے ہیں:

''قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے نظاروں کی تصویریں دکھا کر پیٹ پالا کرتے تھے۔(سلائیڈز ہوتی ہیں ناں جس طرح دکھانے والی وہ جگہ جگہ اڈہ بنا یا یہی ان کا گزارہ تھا) مگر جوش اور غصّہ میں بعض اوقات توازن کھو بیٹھتے تھے۔(ان کی طبیعت ایسی تھی اتنا جوش آتا تھا، اتنا غصہ آتا تھا اپنی مرضی کے خلاف بات کا کہ پھر برداشت ناممکن ہوجاتی تھی) ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضورؑ کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے۔''

اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔نہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو یہاں بیان فرمایا ہے مگر دوسری جگہ جو تفاصیل ملتی ہیں ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت ہی گندی باتیں کی گئی ہیں اور وہاں بھی جو صحابہؓ تھے وہ برداشت نہیں کر سکے اور جواب میں بعض دفعہ گندی بات استعمال کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو ناپسند فرمایا کہ ہرگز تمہارے لئے زیبا نہیں تھا کہ تم اس کلام کو اپنے منہ سے نکالتے۔تو یہی صاحب ہیں عبداللہ صاحب، جن کا ذکر میں اب کر رہا ہوں کہ ایک دفعہ کسی نے بیان کیا کہ بڑی سخت زبانی کی ہے اور گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب کو اتنا غصّہ آیا کہ کھڑے ہو کر کہا اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔تم جو باتیں بیان کر رہے ہو تمہیں شرم نہیں آئی تم نے کچھ نہیں کیا اس کا۔میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔

''(اس پر) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے ساختہ فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔''

تو دیکھئے کتنی گندی باتیں جن کو قلم برداشت نہیں کر سکتا کہ لکھے اور زبان پسند نہیں کرتی کہ ان کا کوئی حرف نوک زبان پر آنے دے۔فرمایا ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔اب پروفیسر صاحب مخلص بھی تھے اور آپے سے باہر ہونے کے بھی عادی تھے اس موقع پر ان کو بڑا جوش آیا۔

”غصّہ میں آپے سے باہر ہو رہے تھے (اور) جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جوش میں کہہ رہے ہیں واہ صاحب واہ۔ یہ کیا بات ہے۔) آپ کے پیر کو کوئی شخص برا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں۔“

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے، صفحہ:24)

کیا بات ہے۔کیسی عمدہ مثال ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لئے ہرگز پسند نہیں فرماتے تھے مگر آپؑ کے غلاموں نے آپؑ کو دیکھا ہوا تھا اپنے آقا ﷺ کے بارے میں آپ کا کیا سلوک تھا۔ پس وہ تو آپؑ کو اپنا آقا ہی سمجھتے تھے اور جانتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اس لئے ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ آپؑ کے خلاف کوئی کسی قسم کی بیہودہ سرائی کی جائے لیکن اس کے باوجود صبر کی تعلیم اپنی جگہ ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس کو حلم کا خلق نصیب نہیں تھا اتنا۔

میں جو یہ باتیں بیان کر رہا ہوں تو جماعت کو یہ سمجھانے کے لئے کہ ہمارا واسطہ دنیا میں ہر قسم کے گندے لوگوں سے پڑتا ہے۔ پاکستان سے آئے دن ایسی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ کسی جگہ کسی نے بہت بدکلامی سے کام لیا، اتنی بدکلامی کی کہ دل برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی یہ مثالیں دے دے اور کہے کہ ہم نے بھی تو اس موقع پر اسی طرح کیا تھا کہ آپے سے باہر ہو گئے تو یہ درست نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کبھی بدکلامی کرنے والوں کے خلاف جو جوابی کارروائی کی ہے وہ اسی حد تک رکھی ہے جس حد تک اس کی بدکلامی کا تقاضا تھا اور حتی المقدور بدکلامی سے پرہیز کیا ہے مگر کہیں کہیں جوش میں ایسے کلمے نکل گئے ہیں جسے آج تک مُلّاں لوگ اچھالے پھرتے ہیں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو وہ چند کلمات اس وقت کہے جبکہ ایک شخص نے بے انتہا بدتمیزی، بے حیائی اور گند اچھالنے سے کام لیا ہے کہ آپ کو اگر اس کی مثالیں دی جائیں تو غم سے آپ کا دل پھٹ جائے گا۔ یہ ساری باتیں آپؑ سنتے تھے مگر ایک واقعہ آپ نہیں بتا سکتے کہ آپؑ نے ان کے جواب میں کسی کو پتھر مارا ہو، کسی کے اوپر کوئی حملہ کر دیا ہو۔ اور یہ بابا فلاسفر جو تھے یہ عبداللہ صاحب، آپ ان کے مرید نہیں ہیں، مسیح موعود علیہ السلام

کے مرید ہیں۔ ان کا ایک رنگ تھا اپنی غیرت کے اظہار کا وہ کر دکھایا انہوں نے مگر جماعت کو سبق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے لینا چاہئے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں کبھی بھی نہیں آپؑ بیٹھے۔ کبھی ایسے لوگوں کی صحبت کو اختیار نہیں فرمایا اور یہی قرآنی تعلیم ہے۔

پس قرآنی تعلیم جو آپ کے سامنے رکھی ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جب ایسے لوگ بے ہودہ سرائی کریں تو پتھر اٹھاؤ اور ان کے سر پھاڑ دو۔ فرمایا کہ اٹھ جایا کرو پھر دوبارہ ان کے پاس جانے کا تصور بھی نہ کرو۔ پس آپ کو یہ تعلیم ہے کہ ایسے لوگوں سے قطع تعلقی مستقل رکھیں اور کبھی سوچیں بھی نہ کہ آپ ان بدبختوں کی صحبت میں بیٹھ سکتے ہیں لیکن عملاً جبر سے کام نہیں لینا عملاً کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو قرآن کریم کی اس آیت، اسوۂ حضرت رسول اللہ ﷺ اور اسوۂ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہو۔ اب مجھے جو فکر رہتی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں بہت ہی بدگوئی کی جاتی ہے۔ آئے دن مجھے خطوں میں بعض اشارے ملتے ہیں کہ اس قسم کی بکواس کر رہے ہیں لوگ۔ اب مصیبت یہ ہے کہ ان کے پاس تو جاتا کوئی نہیں لیکن وہ گھروں پر، دیواروں پر گندگی لکھتے رہتے ہیں اور یہ مولویوں کا شیوہ ہے یہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کہاں تک یہ لوگ پہنچے ہیں۔ پرتگال میں جگہ جگہ ان خبیث مولویوں کے ٹائلٹس کے اوپر اشتہار لگے ہوئے ہیں کہ **نعوذ باللہ من ذلك** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انجام یہاں ہوا تھا۔ اب اس کے تفصیلی جواب کا تو یہ موقع نہیں مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا جن بدبختوں سے رابطہ ہے یہ تو دوسرے تمام بدبختوں اور دہریوں سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص لیکھرام تھا جس کا آگے ذکر آئے گا اس نے اور اس کے ساتھی آریوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت بکواس کی ہے۔ مگر اس حد تک نہیں گئے جس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن گئے اور ابھی تک اس پر قائم ہیں اور یہی سلسلہ ان کا جاری ہے۔ پاکستان میں احمدی گھروں کی دیواریں گندگی سے کالی کی گئی ہیں اور ان کے صبر کی آزمائش ہے تو ان لوگوں کو میں سمجھا رہا ہوں کہ آپ لوگ اگرچہ درست ہے کہ وہاں تک نہیں پہنچتے وہ آپ تک پہنچتے ہیں، کوئی چارہ نہیں، کوئی مفر نہیں ہے مگر اس قسم کی بے حیائیاں اور زیادتیاں خواہ وہ لوگ آپ تک آ کے کریں تب بھی آپ کو برداشت کرنی ہوں گی اور یہ برداشت جو ہے یہ مذہبی غیرت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ برداشت

مذہبی غیرت کے عین مطابق ہے۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاءؑ پر اسی قسم کی بہتان تراشیاں کی گئیں اور ان کے گھروں تک پہنچ کے کی گئیں یعنی ایسے دشمن تھے جو رسول اللہ ﷺ کے گھر جا کر سخت بے ہودہ باتیں کرتے تھے تو اس لئے آپ رسول اللہ ﷺ سے افضل نہیں ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے ادنیٰ ترین غلام ہیں۔ آپ کے گھروں تک پہنچ کر اگر کوئی ایسی بے حیائی کی باتیں کرتا ہے تو لازماً آپ کو برداشت کرنی ہوں گی اور اللہ سے گریہ وزاری کریں۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (یوسف: 87) وہ مثال پکڑیں کہ میں تو اپنا غم، اپنا دُکھ صرف اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں اور اس بات میں آپ کی فلاح ہے کیونکہ قرآن کریم اس بات کا ضامن ہے کہ اس قسم کی ایذاء رسانی میں سے ہر دُکھ کے جواب میں اللہ تعالیٰ آپ کے درجے بڑھائے گا۔ پس میں آپ کو ایسے صبر کی تلقین نہیں کر رہا جس کے نتیجہ میں کچھ نہ ہو، صرف دُکھ ہی دُکھ ہو بلکہ ایسے صبر کو جو خدا قبول فرمالے بہت میٹھے پھل لگتے ہیں۔ اس صبر کو کوئی میٹھا پھل نہیں لگتا جو مجبوری اور بے اختیاری کا نام ہے لیکن جہاں آپ سر پھوڑ سکتے ہوں اور نہ پھوڑیں وہ صبر ہے جو لِلّٰہ ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی بہترین جزا دیتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا کی خاطر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جزا نہ دے۔

پس پاکستان ہو یا دوسرے ایسے ممالک ان سب میں احمدیوں کو اس بات میں احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ اگر انہوں نے ایک جگہ اپنا ردّعمل دکھایا تو اسی کا مولوی انتظار کر رہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کہیں احمدی مجبور ہو کے، بے اختیار ہو کے کسی کا سر پھوڑے تو ہم سارے پاکستان میں یا دوسرے ممالک میں ان کے سر پھوڑتے پھریں کہ انہوں نے ہمارا ایک سر پھوڑا تھا اس لئے ہم ان کے ہزار سر پھوڑیں گے اور اس بات کو کوئی حکومت نہیں دیکھے گی کہ بے حیائی کس نے کی تھی، بدتمیزی کس نے کی تھی۔ کون ہے جس نے مجبور کر دیا تھا آپ کو۔ نہ عدالت دیکھے گی نہ حکومت کا کوئی کارندہ دیکھے گا۔ ایک دفعہ آپ کریں تو جوابی کارروائیاں ضرور ہونگی۔ تو آپ دیکھیں حکمت اور عقل کا تقاضا کیا ہے۔ کیا ایک شخص کا سر پھوڑنے کی خاطر آپ تمام احمدیوں پر ظلم ہوتا دیکھیں گے؟ تو کیا اس ظلم میں آپ شریک نہیں ہو جائیں گے؟ آپ کی وجہ سے اگر کسی معصوم کو دُکھ دیا گیا، کسی کا گھر جلایا گیا تو آپ کا ضمیر آپ کو کیا کہے گا۔ اس لئے یہ تو برداشت ایسی ہے جو کرنی ہی کرنی ہے۔ اس کے سوا چارہ کوئی نہیں اور یقین رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس برداشت کے نتیجہ میں ہمارے درجات بلند فرمائے گا اور یہ صبر

رائیگاں نہیں جائے گا۔ صبر تو ان کا بھی رائیگاں نہیں جاتا جو خدا کی خاطر ویسے صبر کرتے ہیں۔ دنیا کی خاطر بعض لوگ اپنی قوموں کی خاطر صبر کرتے ہیں اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ ان کا صبر بھی ضائع نہیں جایا کرتا۔ صبر کے اندر ایک صفت ہے جو جیتنے والی صفت ہے، غالب آنے والی صفت ہے۔ پس صبر کو کسی پہلو سے آپ دیکھیں تمام کا تمام خیر ہے۔ وہ زمانہ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے زمانہ ہی کی قسم کھائی ہے کہ گھاٹا کھانے والا ہے۔ علاج صبر۔ پس ساری دنیا میں سارا انسان گھاٹے کھا رہا ہے لیکن صبر والے گھاٹا نہیں کھائیں گے۔ صبر ہو اور حق کے ساتھ ہو تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہ صبر رائیگاں جائے گا اور اللہ کے نزدیک اس کی قیمت نہیں پڑے گی۔ پس آپ اپنے صبر کی قیمت وصول کریں اور وہی صبر ہے جو ایسے ممالک میں انقلاب برپا کرنے کا کام دے گا۔ اب آپ ان سے لڑلیں، کسی کا سر پھوڑ دیں، ہرگز کوئی روحانی انقلاب نہیں آئے گا لیکن آپ صبر کریں تو خدا اس بات کا گواہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں روحانی انقلاب ضرور برپا ہوگا۔

اب یہ آیات بڑی کثرت سے میرے سامنے ہیں قرآن کریم بھرا پڑا ہے ان آیات سے جن میں صبر کا پھل، جو لِلّٰہ کیا جائے، ہمیشہ کامیابی اور کامرانی ہوا کرتا ہے اور جیسا کہ میں نے قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دیا ہے ساری دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے اگر خدا کے کچھ صبر کرنے والے بندے حق پر قائم ہوں اور صبر کریں اور صبر کی تلقین کریں لیکن اس بات کو چھوڑ کر یعنی غصّہ سے جواب اس طرح دینا کہ خود انسان اپنے اوپر اختیار چھوڑ دے یا پتھر مارے کسی پر، کسی کو دُکھ پہنچائے، چڑھ دوڑے کہ اچھا یہ وہ شخص ہے جو بدتمیزی کیا کرتا تھا میں اس کو مار کے چھوڑوں گا۔ یہ باتیں درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرت کا یہ واقعہ پنڈت لیکھرام کے متعلق میں آپ کو سناتا ہوں اس سے آپ کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا مسلک خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فیروز پور سے قادیان آرہے تھے ان ایام میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مرحوم فیروز پور میں مقیم تھے اور اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں گئے ہوئے تھے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی بیٹی تھیں حضرت ام المومنینؓ اور یہ جو حقوق ہیں آپس کے خاندانی تعلقات کے، ان کی خاطر ان کے فیروز پور تعینات ہونے اور ایک اچھا گھر ملنے پر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ عرفانی صاحب کی یہ

روایت ہے، خاکسار عرفانی جوان ایام میں محکمہ نہر میں امیدوار ضلعداری تھا اور رکھا نوالہ میں حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار کے ساتھ رہ کر کام سیکھتا تھا۔ خاکسار عرفانی کو بھی فیروز پور جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب آپ وہاں سے واپس آئے تو میں رائے ونڈ تک ساتھ گیا۔ وہاں آپؑ نے ازراہِ کرم فرمایا کہ تم ملازم تو ہو ہی نہیں چلو لاہور تک چلو۔ تم نے کون سا جلدی لوٹنا ہے کسی کام کے لئے۔ عصر کی نماز کا وقت تھا آپؑ نماز پڑھنے کے لئے تیار ہوئے اس وقت وہاں چبوترہ ہوا کرتا تھا مگر آج کل وہاں ایک پلیٹ فارم ہے۔ میں پلیٹ فارم کی طرف گیا تو پنڈت لیکھرام جس کو آریہ مسافر کہا کرتے تھے یہ آریہ لوگ۔ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر جوان ایام میں پنڈت دیانند صاحب کی لائف لکھنے کے کام میں مصروف تھا۔ ان کی حیات کے متعلق بائیوگرافی لکھ رہا تھا۔ جالندھر جانے کو تھا کیونکہ وہ غالباً وہاں ہی کام کرتا تھا۔ مجھ سے اس نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے حضرت اقدسؑ کی تشریف آوری کا ذکر سنایا تو خدا جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ بھاگا ہوا وہاں آیا۔ حضرت اقدسؑ وضو کر رہے تھے۔ میں اس نظارہ کو اب بھی گویا دیکھ رہا ہوں اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کی طرح حضرت اقدسؑ کو سلام کہا مگر حضرتؑ نے یونہی آنکھ اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔ اس نے سمجھا شاید سنا نہیں اس لئے اس نے پھر کہا۔ حضرتؑ بدستور اپنے استغراق میں رہے۔ وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ لوگ اتنے مرعوب ہو جاتے ہیں ایسی ہستیوں سے ویسے بھی وہ دوڑا ہوا آیا تھا اور لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ اخلاق کے خلاف ہے گویا کہ اس کی بات کا جواب نہ دینا۔ تو کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ فرمایا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بڑی توہین کی ہے میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پاک ذات پر تو حملہ کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔

(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت مرزا بشیر احمد ایم-اے، صفحہ:254، روایت نمبر:281)

اب آپ اپنے گردو پیش نظر ڈال کر دیکھ لیں بعض ایسے بے غیرت لوگ ہیں کہ ان کو کوئی بے حیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر حملہ کرنے والا، دین پر حملہ کرنے والا، خلفاء کی گستاخیاں کرنے والا، دین اسلام اور تمام مذاہب کے خلاف بدگو شخص، عزت سے کوئی چوہدری صاحب یا سلام کہہ دے، کسی معزز نام سے خطاب کر لے وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اسوہ ہے تو اپنا فیصلہ خود کر لیں کہ کس شمار میں آئیں گے۔ مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔ لعنت ہے ایسے سلام پر جو خدا اور اس کے رسول ﷺ اور دین کے بزرگوں کے خلاف بکواس کرنے والے کا سلام ہو۔ اس سلام کو تو لعنت کے ساتھ لوٹانا چاہئے۔ ہرگز اس سلام پر خوش ہونا اور اپنے آپ پر فخر کرنا کہ فلاں صاحب نے ہمیں عزت سے یاد کیا ہے ایک حماقت کی حد ہے، دھوکہ بازی ہے، جھوٹ ہے اور اپنے نفس کی انا میں پڑ کر آپ اپنا دین کھو دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق کاٹ لیوے۔ اس کو تو حکم تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاتا اور صادقوں کے ساتھ ہو جاتا مگر وہ ہوا و ہوس کا بندہ بن کر رہا اور شریروں اور دشمنانِ خدا و رسول سے موافقت کرتا رہا۔“

پس جو شخص بھی شریروں کی مجلس کو قبول کرتا ہے اور اچھوں سے الگ رہتا ہے اس کے متعلق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ زندگی میں چاہئے تھا کہ وہ تعلق کاٹ لے۔ مرنے کے بعد پھر وقت گزر جائے گا پھر ان کا تعلق خدا سے جو اس دنیا میں کاٹا گیا ہمیشہ کے لئے کاٹا گیا اور آخرت میں پھر یہ تعلق جُڑ نہیں سکتا۔ فرماتے ہیں:

> ”جو خدا (تعالیٰ) کے لئے ہوتا ہے خدا (تعالیٰ) اُس کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کر لے۔ نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچاوے، امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔ اُس کا سچا وعدہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت:70)“

کہ وہ لوگ جو ہمارے رستوں پر چلتے ہیں یا وہی لوگ ہیں جو خدا کی خاطر غیروں سے تعلق کاٹ لیتے ہیں تو ان کا سفر خدا کی طرف ضرور شروع ہو جاتا ہے۔ یہی میں نے شروع میں آپ کو بتایا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا کی طرف آپ کا سفر آسان ہو تو خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں اور جب خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں گے تو اللہ آپ سے بہت زیادہ تعلق رکھے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کی خاطر کسی کو چھوڑا جائے اور وہ بھی منہ نہ لگائے۔ اب دنیا کے روزمرّہ کے دستور میں

آپ جانتے ہیں یہ ایک ایسی فطری حقیقت ہے جس کو تبدیل کیا ہی نہیں جا سکتا کوئی شخص بھی آپ کی خاطر کسی سے مخالفت لیتا ہے آپ لازماً اس کو گلے لگائیں گے اور پیار کریں گے تو اللہ کے متعلق سوچیں کہ اللہ جو سب سے زیادہ ان معنوں میں شکر ادا کرنے والا ہے اس نے اپنے شکر کے بھی رنگ رکھے ہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو شکر میں بھی شکست نہیں دے سکتا۔ جب وہ شکر یہ ادا کرتا ہے تو کمال کر دیتا ہے۔ فرمایا:

''وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اللہ تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جو یا ہوا وہ آخر منزل مقصود پر پہنچا۔ دنیوی امتحانوں کے لئے تیاریاں کرنے والے (اور) راتوں کو دن بنا دینے والے طالب علموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں۔''

کئی لوگ ہیں بے چارے ساری ساری رات جاگتے ہیں اور کچھ بھی نہیں بنتا۔ ہر دفعہ امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ کثرت سے میرے پاس آتے ہیں یا خط لکھتے ہیں ان بے چاروں کو سمجھ نہیں آتی کہ ہوا کیا ہے، کریں کیا۔ امتحان میں جاتے ہی دماغ ماؤف ہو جاتا ہے، اچھا بھلا پڑھا لکھا بھی بھول جاتا ہے۔

''(ان کی حالت دیکھ کر ہم) رحم کھا سکتے ہیں، تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بے حد اور بے انت ہے اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دے گا۔؟''

ہم تو ایک امتحان کے طالب علم پر بھی رحم کرتے ہیں جس کی محنت ضائع جا رہی ہے مگر جو خدا کی طرف زور مار رہا ہو اس کا یہ امتحان ہے، اس کا یہ نصاب ہے۔ تو ہم لوگ تو کسی غیر طالب علم پر رحم کریں اور وہ اس پر رحم نہ کرے جو خدا تعالیٰ کی طرف جدوجہد کر رہا ہو، کوشش کر رہا ہو۔

''ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (التوبة:120) (اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔) اور پھر فرماتا ہے: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ (الزلزال:8)''

کہ جو شخص ایک ذرّہ برابر بھی نیکی کرے اس کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے یعنی اس کو ان معنوں میں دیکھتا ہے کہ لازماً اس کو بے اجر نہیں رہنے دیتا۔ ایک ذرّہ نیکی کا بھی بعض دفعہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ محاورہ میں تو ہے کہ رائی کا پہاڑ بنا دیا انسان یہی کام کیا کرتا ہے مبالغہ آمیزی میں۔ ایک ہی ذات ہے

وہ اللہ کی ذات ہے جو رائی کے بھی پہاڑ بنا دیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے کثرت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایک انسان نے عمر بھر بدیوں میں ضائع کر دی اور ایک دن ایک چھوٹی سی نیکی کرنے کی ایسی توفیق ملی جو صرف اللہ کے لئے تھی اور اس کے بعد پھر نیکیوں کے پہاڑ اس کے حق میں جمع کر دئے گئے۔ پس واقعۃً رائی کا پہاڑ بنتا ہے لیکن ان معنوں میں بنتا ہے۔ بندوں کے جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے پہاڑ بنے بھی تو بے معنی اور بے حقیقت ہوا کرتا ہے۔

’’ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزار ہا طالب علم سالہا سال کی محنتوں اور مشقتوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر روتے رہ جاتے ہیں۔ (یہ بالکل درست ہے۔ ہزار ہا طالب علم ہیں اب تو لاکھوں لاکھ ہوں گے) اور خودکشیاں کر لیتے ہیں۔‘‘

میرے علم میں بھی ہیں ایسے لوگ، ایسے طالب علم جنہوں نے محض اس لئے خودکشی کی کہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور جاپان میں تو یہ عام سلسلہ ہے ناکامی ہوئی اور ساتھ ہی خودکشی ہوگئی۔

’’مگر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ایسا ہے کہ وہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسان دنیا میں ظنی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام اپنے اوپر گویا حرام کر لیتا ہے اور صرف خشک اُمید پر کہ شاید کامیاب ہو جاویں ہزار ہا رنج اور دُکھ اٹھاتا ہے۔ تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے لگا دیتا ہے مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور نفع ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے کی جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں کہ جس کی طرف قدم اٹھانے والے کی ذرا بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ میں اس قدر دوڑ دھوپ اور سرگرمی نہیں پاتا ہوں۔ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔؟ وہ کیوں نہیں ڈرتے کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔‘‘

یہ جو موت کا تصور ہے اس کا یقینی ہونا یہ سب سے زیادہ آپ کو برائیوں سے دور کرنے اور نیکیوں کی طرف قدم بڑھانے میں مددگار ہوسکتا ہے۔ آپ نے سینکڑوں مرتے ہوئے دیکھے ہوں گے یا اگر کسی کا دائرہ محدود ہے پندرہ بیس تیس ایسے لوگ تو اس نے ضرور دیکھے ہوں گے کہ ان کے اندر گھروں میں پھرا کرتے تھے، اچھی اچھی باتیں کیا کرتے تھے، ان کے بزرگ بھی تھے یا ان کے گھروں میں آنے جانے والے لوگ تھے اب وہ کہاں گئے ہیں۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں جماعت

انگلستان میں اگر چہ بہت برکت پڑی ہے کثرت سے لوگ باہر سے آئے ہیں مگر بہت پیارے پیارے چہرے ہیں ، بہت نیک لوگ ، مسجدوں میں آنے جانے والے، جماعتی کاموں میں آگے آگے وہ سب غائب ہو گئے۔

پس موت ایک اتنی یقینی حقیقت ہے کہ زندگی اتنی یقینی نہیں کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر جاتا ہے یعنی زندگی ابھی وجود میں نہیں آئی کہ وہ مر گیا لیکن موت پر زندگی کو ان معنوں میں فتح نہیں کہ موت اٹل ہے اور زندگی اٹل نہیں ہے۔ زندگی کی لاکھوں قسمیں ہیں جو پنپنے سے پہلے ضائع ہو جاتی ہیں اور موت ان پر غالب آجاتی ہے۔ پس یہ موت کا جو پہلو ہے اس کو اگر آپ پیش نظر رکھیں تو اس وقت کا تصور کریں جب بالآخر خدا کو جان دینی ہے، جب دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا تو پھر کس حسرت سے آپ دیکھیں گے اپنی طرف حسرت کے ساتھ دیکھنے والوں کو۔ وہ روئیں گے آپ کی مدح کے گیت بعد میں گاتے رہیں گے مگر آپ اس وقت جانتے ہوں گے کہ آپ کی خاطر یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی تعریفیں بے کار جائیں گی ، اِن کا ذکر خیر، اِن کی محافل ، ان کی مجالس ، اِن کے چالیسویں سب بے معنی ہیں۔ جس نے جانا تھا وہ مرتے وقت جانتا ہے کہ میں ایک ایسے قادر مطلق خدا کی طرف جا رہا ہوں جس کو اس بات کی ادنیٰ بھی پروا نہیں ہوگی کہ میرے پیچھے لوگوں نے کیا واویلے کئے اور کیسے کیسے نوحے پڑھے۔ یہی دنیا کے چکر ہیں صرف ، فلاں پیر مر گیا اس کے قُل ہو رہے ہیں اس پہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں اس کی تعریف کے گن گائے جا رہے ہیں اور ان کو پتا ہی نہیں کہ جس جگہ وہ حاضر ہوا ہے وہاں ان چیزوں کی کوڑی کی بھی قدر نہیں۔

> ’’آخر ایک دن مرنا ہے۔ کیا وہ ان ناکامیوں کو دیکھ کر بھی اس تجارت کی فکر میں نہیں لگ سکتے جہاں خسارہ کا نام ونشان ہی نہیں اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا۔‘‘

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء، صفحہ: 161، 162)

پس اس اقتباس کے ساتھ میں آج کا یہ خطبہ ختم کرتا ہوں ۔ اس میں بہت سے پیغام ہیں جماعت کے نام اور ان کو مزید تفصیل سے کھولنے کی ضرورت کوئی نہیں جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ دیا اب اپنا حساب آپ خود رکھیں کیونکہ ہر ایک نے خود مرنا اور خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔